ہمیں اپنی علیحدہ جماعت بنانے کا کیا فائدہ' ہم کیوں نہ ان کی جماعت میں ضم ہو جائیں''۔

مولاناؒ صاحب کا لباس جو میں نے اکثر دیکھا وہ سفید رنگ کا کُرتا اور سفید رنگ کا کھلے پائنچے والا پاجامہ ہوتا۔ ایک دن مولانا سے پوچھا: ''مولانا' آپ کا جی نہیں چاہتا کہ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح رواج کے مطابق اپنے لباس کو تبدیل کیا کریں جو کہ اکثر غیر شایستہ نہیں ہوتا''۔ مولانا کہنے لگے: ''اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں لیکن دنیا والے تو بڑی تیزی سے آئے دن رواج بدلتے ہیں' کسی جگہ رکتے ہی نہیں۔ آدمی اس شخص کا پیچھا کرے جس نے کسی ایک جگہ ٹھیرنا ہو' مسلسل پیچھا کرنے سے تو آدمی تھک جائے گا اس سے یہ بہتر نہیں کہ آدمی اپنی چال چلے''۔

مولانا نے اپنی کسی تحریر میں قیامت کے ظہور پذیر ہونے کو سائنسی لحاظ سے ثابت کیا تھا۔ یہ تحریر پڑھ کر ایک طالب علم نے جس کا تعلّق لاہور سے باہر کسی شہر سے تھا' سوال کیا: ''مولانا' میرے سائنس کے استاد نے آپ کی تحریر پڑھی ہے اور آپ کے تجزیے سے اتفاق کرتے ہوئے انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ التماس کروں کہ آپ اپنی تحریروں میں اسی طرح سائنسی حوالے دیا کریں''۔ مولانا فرمانے لگے: ''جہاں ضروری سمجھتا ہوں وہاں پر حوالہ دے دیتا ہوں لیکن آپ اپنے استاد محترم سے کہہ دیجیے کہ میں قرآن مجید کو سائنس کی کتاب نہیں بنانا چاہتا''۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے زمانے میں ایک روز کسی نے مولانا صاحب نے سوال کیا: ''مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کو بہت مقبولیت حاصل ہو رہی ہے' ان حالات کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟'' مولانا کہنے لگے: ''اگر مشرقی پاکستان میں شیخ صاحب اور مغربی پاکستان میں بھٹو صاحب کامیاب ہو گئے تو پاکستان کا خدا ہی حافظ ہوگا'' (پھر انتخابی نتائج بھی ایسے ہی آئے اور سال بھر میں پاکستان دولخت ہو گیا)۔

پہلے عام انتخابات کے اگلے روز مولانا کے گھر پر کافی لوگ جمع تھے اور مولانا اپنے گھر کے لان کے بجائے برآمدے سے ذرا آگے بیٹھے تھے۔ قریب کھڑی ایک کار کے ساتھ ٹیک لگا کر میاں طفیل محمد صاحب کھڑے تھے۔ عجیب اداسی کا سماں تھا۔ کارکن خاصے بددل نظر آ رہے

تھے' کیوں کہ نتیجہ مایوس کن تھا۔ کسی صاحب نے سکوت توڑتے ہوئے سوال کیا: مولانا' کیا یہ نتیجہ ہمارے کارکنوں کی کاوش میں کوتاہی کی وجہ سے تو نہیں ہوا''۔ مولانا نے ایک لمحے کا توقف کیے بغیر' قدرے بلند آواز اور بڑے مضبوط لہجے میں کہا: ''نہیں' نہیں ایسا نہیں ہے' بلکہ جماعت کے ان مخلص اور تنگ دست کارکنوں نے تو بھوکے رہ کر اور اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے سخت مشکل حالات میں کام کیا ہے''۔ اسی مجلس میں مجیب الرحمٰن شامی صاحب نے سوال کیا: ''مولانا' موجودہ نتائج کی روشنی میں آپ لوگوں کے مزاج کے بارے میں کیا کہیں گے؟'' مولانا نے برجستہ کہا: ''اگر لوگوں کا مزاج اچھا ہوتا تو وہاں مجیب صاحب اور یہاں بھٹو صاحب اس قوم کے گلے نہ پڑتے''۔

۱۹۷۴ء میں مجھے اومان کے ایک کیڈٹ اسکول میں ملازمت مل گئی۔ اس اسکول میں کچھ فوجی افسران جن کا تعلّق درس وتدریس سے تھا' اُردن سے آئے ہوئے تھے۔ ایک دن موسیٰ نامی ایک کپتان میرے دفتر میں کسی کام سے آئے۔ باتوں باتوں میں ان کپتان صاحب کو پتا چل گیا کہ میرا تعلّق پاکستان کے شہر لاہور سے ہے۔ وہ کہنے لگے: ''کیا آپ نے مولانا مودودیؒ کو دیکھا ہے؟'' میں نے اثبات میں جواب دیا' تو کہنے لگے: ''میں نے مولانا مودودیؒ کا لٹریچر پڑھا ہے' لیکن ان کو دیکھا نہیں''۔ اس کے ساتھ وہ مجھے اپنے ساتھ اسکول کی لائبریری میں لے گئے اور مولانا مودودیؒ کی کچھ کتابیں دکھائیں اور پوچھنے لگے: ''آپ رخصت پر کب لاہور جارہے ہیں؟'' میں نے جب جانے کی تاریخ بتائی تو فرطِ جذبات میں کہنے لگے:

"Please Muhammad, when you go this time to Lahore, please see Maulana Maududi with my eyes".

میں نے اس کی فرمایش پوری کی اور جب دوبارہ مسقط گیا اور اس کو بتایا تو اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: *"You are a lucky man that you live in the city where a great Muslim scholar lives".*

کچھ باتیں، کچھ تاثرات

ادارہ

□ دو مکتوب : قاضی عبدالقادر ○

یہ نومبر ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے۔ میرے ایک مہربان دوست پنجاب سے کراچی آئے ہوئے تھے۔ میں اُن سے ملاقات کے لیے اپنے ایک عزیز دوست کے گھر گیا۔ اثنائے گفتگو میں مہمان دوست نے مخصوص رازدارانہ لہجے میں ہم دونوں سے کہا: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ مولانا مودودی نے ابھی حال ہی میں اپنی بیٹی کی شادی میں دولہا کو ۸۰ ہزار روپے کا چیک دیا تھا''۔ مجھے اس پر تردّد ہوا کہ ایک تو شادی کے موقع پر کسی تقریب میں اس طرح کوئی معقول آدمی چیک یا رقم نہیں دیا کرتا، دوسرے یہ کہ مولانا مودودیؒ کے ذوق سے تو یہ بہت ہی بعید بات ہے۔

میں نے اُن سے عرض کیا: ''اول تو شادی کے موقع پر اس طرح چیک دینے کی کوئی رسم نہیں ہوتی اور وہ بھی ۸۰ ہزار روپے کا چیک، اور نہ مولانا مودودی کی مالی حالت ہی ایسی ہے کہ شادی کے اخراجات کے علاوہ اتنی بڑی رقم کا کوئی چیک دیں (واضح رہے کہ آج سے ۲۸ سال قبل یہ واقعی بہت بڑی رقم تھی)''۔ اُن صاحبِ کشف و اسرار نے فرمایا: ''مولانا کی مالی حالت پہلے ضرور کمزور تھی لیکن اب بہت بہتر ہوگئی ہے''۔ میں نے پوچھا کہ کیا انھوں نے اس روایت کی تحقیق کرلی ہے؟ فرمانے لگے: ''راوی خود اس محفل میں شریک تھا۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں، جو لوگ شادی کی محفل میں شریک تھے اُن سب کے علم میں ہے کیونکہ یہ چیک سب کے سامنے دیا گیا تھا''۔

○ کراچی